مرزا داراب بیگ جویاؔ

کشمیر میں فارسی کا ایک اہم لیکن فراموش شدہ شاعر

از ڈاکٹر خورشید نعمانی ردولوی

مرزا داراب جویاؔ کشمیر میں فارسی کے ایک اہم و مستند شاعر تھے وہ غنی و بنیش کے معاصرین میں سے تھے، تاریخوں و تذکروں میں ان کا ذکر برائے نام ہی ملتا ہے مقام افسوس ہے کہ جویاؔ کو صف شعراء میں وہ امتیازی جگہ نہ مل سکی جس کے وہ مستحق تھے۔

جویاؔ کے آباء و اجداد تبریز (ایران) سے منتقل ہوکر کشمیر میں آباد ہو گئے یہیں جویاؔ کی ولادت ہوئی۔ جویاؔ کے والد کا نام مُلا سامری تھا ان کے والد کے نام سے پہلے مُلا کا لقب ظاہر کرتا ہے وہ ایک قابل شخص تھے، جویاؔ کے دو بھائی مرزا کامران بیگ گویا اور مرزا فتح علی بیگ تسکین بھی اچھے شاعر تھے ان باتوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ این خانہ ہمہ آفتاب است۔

مرزا جویاؔ بھی اس وقت کے عام شرفاء کی طرح درس و تدریس اور کاروبار کی دنیا میں منہمک ہوگئے، خوش حالی و فارغ البالی کا دور دورہ تھا انہوں نے علامہ عصر شیخ محسن فانی کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا، جویاؔ نے ابتداء سے اچھے شعراء مثلاً ابوطالب کلیم، ملا رضا تجلی سعید اشرف، مالک یزدی اور مالک قزوینی کی محفلیں دیکھیں اور ان سے استفادہ کیا، شاعری میں انہوں نے کلیم کی شاگردی اختیار کی اگرچہ وہ صائب اور فطرت مولوی کے شیدائی کے "مالک کے دیوان واجب الحفظ پر جو یلئے ایک مقدمہ بھی لکھا جس میں وہ صالک کو اپنا استاد مانتے ہیں"۔ ع۱

"داراب جویاؔ مرزا سامری کے فرزند اور مہر سعید اشرف، رضا علی تجلی کے ہم درس اور ہم صحبت شاعر ہوگذرے ہیں وہ اہل تشیعہ کے اعتقادات سے منسلک تھے انہوں نے ۱۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کا اصلی وطن تبریز تھا ابوطالب کلیم اور مرزا صالک کے ساتھ کشمیر میں وارد ہوئے"۔ ع۲

مگر یہ بات تسلیم نہیں کی جا سکتی، بات دراصل یوں ہے کہ جویاؔ کشمیر میں پیدا ہوئے اور ان کے جداعلیٰ نے ہی تبریز سے ہجرت کی ہے۔ جویاؔ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں مگر یہ بات قرین قیاس ہے کہ انہوں نے ۱۱۳۰ھ کے لگ بھگ دنیا میں قدم رکھا ہے اور عالمگیر کے زمانہ میں ۱۱۱۶ھ میں وفات پائی۔

کلام کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جویاؔ اور گویا (دونوں بھائیوں کو) سعد علی رضا اور مہر سید اشرف کے ساتھ گہری دلچسپی تھی اور ان دونوں کی صحبت میں مشاعرے بھی ہوا کرتے تھے جن پر علمی و ادبی عبادت بھی جاری رہا کرتے تھے، سید علی حسن مولف "صبح گلشن" نے ایک لطیفہ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز جویاؔ اور گویاؔ دونوں بھائی محمد علی معاصر (ان کے معاصر شاعر) کی صحبت میں بیٹھے تھے تو باتوں باتوں میں جویا نے کہا کہ ہم دونوں بھائیوں نے ابوطالب کلیم کے نام اور تخلص کو برابر تقسیم کرکے اپنا اپنا تخلص

اختیار کرلیا ہے محمد علی ماہر نے لکھا کہ ایسا نظر آتا ہے کہ ان کے مطالب اور نفی کو بھی اپنایا ہے" ۳۰

کشمیر کے حکام جویا کی بڑی قدرو منزلت کرتے تھے ابراہیم خان حفظ اللہ خان اور فاضل خان جو یکے بعد دیگرے کشمیر کے گورنر ہوئے جویا کا احترام کرتے تھے جویا نے اپنے قصیدوں اور قطعات میں ان سرپرستوں کی ستائش کی ہے ابراہیم خان نے ایک آئینہ خانہ بنوایا تھا جویا نے اس کی تقریب میں ایک نظم لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے

نواب دارد نشستہ چون مردم چشم

خدام بہ دورش زدہ صف چو مژگان

فاضل خان گورنر کشمیر سے جویا کے خاص تعلقات تھے انہیں کی ایماء پر جویا نے دو مختصر مثنویاں حسن معنی اور ڈل جھیل پر روشنی سے متعلق لکھیں۔ حسن معنی میں کشمیر کا ذکر تفصیل سے ہے کشمیر کے باغات میں سے شالیمار باغ، باغ نسیم، باغ بہار آراء، باغ سیف آباد باغ الٰہی اور نور باغ کا ذکر ہے اسکے علاوہ کوہ پیر پنچال اور ڈل جھیل کی حسین منظر کشی ہے کشمیر کے لوگوں کے حسن کا بیان ہے اور آخر میں خود کشمیر جنت نظیر سے شاعر کے والہانہ عشق کی داستان ہے:

مگو ای ساقی از دشواری آہ	بہ کشمیر آمدیم الحمد اللہ
لب ہر برگ گل را در گلستان	گرفتہ شبنم از شوخی بہ دندان
دریں گلشن کہ باد آباد جاوید	لطافت را مجسم می تواں دید

فاضل خان جب کشمیر آئے تو جویا نے اس شعر سے ان کا استقبال کیا:

گلر نواب کشور گیر آمد

کہ جانی در تن کشمیر آمد

Scanned with CamScanner

جویاؔ کے اشعار سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ وہ نہایت ظریف طبع اور خوش مزاج واقع ہوئے تھے بات بات پر ان کی زبان سے پھول جھڑتے تھے جس محفل میں بیٹھتے اپنے لطیفوں، حکایتوں و چٹکلوں سے محفل کو زعفران زار بنا دیتے ۔ وہ نیک خو، خوش رو اور ہر دلعزیز تھے ان کی گفتگو شیرین اور بحث عالمانہ ہوتی تھی وہ اپنے معاصر غنی کے برعکس امراء و حکام کی تعریف میں قصیدے لکھتے تھے وہ خلوت پسند نہیں تھے بلکہ ہمیشہ اپنے رفقاء کے ساتھ زندگی کی دوڑ میں شریک نظر آتے تھے ۔

وہ تعصب اور حسد، حرص و آز، پندار و غرور سے نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے اشعار ان کی صفائی قلب کا آئینہ دار ہیں:

در سینہ چوں گذر کینہ فتد　　　　آں کینہ بہ حبس دیرینہ فتد

عیب دگر اینکہ زبس بیرونی عکس تو محال است در آئینہ فتد

خوشی ہرگز نہ بیند ہر کہ مذ جوست آئینش

نخود پیوستہ ہم چوں مار ظلم اندیش می پیچد

بقدر خواہشت دنیا اسیر خویش سازد　　　　توگر جویا بدنیا بیش پیچی بیش می پیچد

جویاؔ بہت وسیع النظر تھے اپنے معاصر شعراء کی جی کھول کر تعریف کی ہے، جویاؔ نے ابوطالب کلیم اور مرزا صائب کی تعریف میں بھی کافی اشعار لکھے ہیں۔ اپنے استاد مرزا صائب کی خدمت میں خلوص و عقیدت کے ساتھ ذیل کے اشعار پیش کرتے ہیں جن میں ان کے عقیدت مندانہ جذبات صاف جھلکتے ہیں :

بے تکلف ز شکر ریزی صائب جویاؔ

طوطی نطق تو طرز سخن آموختہ است

رباعی

صائب زسخن بڑہ نامی کہ تر است — باشد شائستہ تو نامی کہ تر است

نتواں ادا کرد بزبان تحسین — حق نمک کہ حسن کلامی کی تر است

جویا بطرزِ طالب آملی غزل سر است — صیتِ سخنوریش زما رنداراں گذشت

اس کے علاوہ اس نے معاصر شعراء کے کلام کی بھی دل کھول کر داد دی ہے۔

ایں جواب آں غزل جویا کہ بینش گفتہ است
نامہ ام را پارہ چون بال کبوتر میکند

ایں جواب آں غزل جویا کہ میگوئید وحید
ہیچو زلفش کند روزم سیاہ ازشش جہت

ایں بطرز آں غزل جویا کہ نمکین گفتہ است
برق جولاں ابرشِ ابری بریں دارد بہار

ایں بطرز آں غزل جویا کہ شائق گفتہ است
جای دندان سخت خون گردید دندان می شود

جویا کے دوستوں اور سرپرستوں کا حلقہ وسیع تھا جن سے متعلق ان کے کلیات میں اشعار اور اشارے ملتے ہیں۔ مرزا ابوالخیر کی تعریف میں انہوں نے ایک انتہائی مرصع انشائیہ لکھا اور ان کے یہاں بچے کی ولادت پر یہ تاریخ کہی جس نے ۱۱۰۲ھ/۹۱-۱۶۹۰ء برآمد ہوتا ہے۔

سراپا زبان غنچہ شان شد نخست
بس آنکہ "گل باغ امید" گفت

اسکے علاوہ سید عبداللہ، محمد عظیم تہرانی اور شیخ نجفی کے نام ان کے خطوط کلیات میں درج ہیں کشمیر کے ایک صوفی درویش شاہ رضا کی شان میں یہ اشعار بھی ملتے ہیں:

بادشاہی است شہ رضا امروز — کہ نہ در فکر تخت ود یہیم است
در کنار دل آن مکان شریف — بی تکلف ہشت و تسنیم است
بوئی فقر آید از درو بامش — این مقام رضا و تسلیم است

جویا کے اشعار اور خطوط سے ان کی بعض دلچسپ عادتوں کا پتہ چلتا ہے ان کے خطوط سے معلوم ہوا کہ وہ حقہ اور قہوہ کے عادی تھے، حقہ کی شان میں ان کی یہ رباعی دلچسپی سے خالی نہیں:

بس فیض کہ از چلیم اندوختہ ام — بردی نظر خواہش از آں دوختہ ام
دودش کہ ز سینہ ہر نفس برگردد — دارد پیغامی از دل سوختہ ام

لیکن جویا شراب کو یکسر ناپسند کرتے تھے وہ شراب کو "گودہ حرام" کہتے ہیں:

حیف است اگر ز دخت رز جوئی کام — کین فاحشہ باشد از دوات اعلام
تاکی سر خود بہ پالی خود خواہی سود؟ — تا چند کشی منت این گودہ حرام

جویا نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ کشمیر میں گذارا ان کی شاعری کشمیر کے ذکر سے مملو ہے لیکن ان کے دل میں اپنے آبائی وطن ایران کی زیارت کا شوق ہمیشہ جاگزین رہا لیکن ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ بہر حال جویا کشمیر سے نکل کر لاہور پہنچے۔ لاہور سے جویا کا ایک خاص تعلق تھا ایک تو وہاں کے دلبروں کی بے جھجک آمیزش جویا کو گرویدہ کئے ہوئے تھی:

لاہور کہ دلبرش نی عیار است — از شوخی طبع باکہ دمہ یار است
گر گنجیش دست زد خلق بود — عیبش نکنی، طلائی دست افشار است

دوسرے لاہور ان کی محبوبہ کا مسکن تھا جس کا دیدار اور وصال ان کی دلی آرزو تھی

در راہ شوق جاناں عزم سفر مبارک ‏ ‏ بر فوج غم دلم را فتح و ظفر مبارک

بستم میان ہمت جویا بہ سیر لاہور ‏ ‏ امید وصل یاری نازک کمر مبارک

ایک اور غزل میں جویاؔ اپنی (جمی) محبوبہ سے کہتے ہیں کہ چند روز تیری حسین مسکراہٹ سے لطف اندوز ہونے کے بعد اب میں کشمیر واپس جارہا ہوں:

دل می بردم غنچہ خنداں تو جمیؔ ‏ ‏ جان می دہدم خندۂ پنہاں تو جمیؔ

فرد است کہ خواہد لوی کشمیر رواں ‏ ‏ جویاؔ دوسہ روزی شدہ مہمان جمیؔ

شاہی دربار سے بظاہر جویاؔ کا کوئی بلاواسطہ تعلق نہیں تھا اورنگ زیب سے ان کی ملاقات کا کوئی ذکر ملتا ہے لیکن اورنگ زیب کی شان میں مندرجہ ذیل رباعی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہی کرم کے امیدوار ضرور تھے:

شاہشاہا! کف تو محزن عطامت ‏ ‏ تقویٰ تو زیب سلطنت نام خدا است

زینت بخش صلاح باشد کرمت ‏ ‏ در دست تو سبحہ چون گہر در دریا است

جویاؔ بڑے پرگو شاعر تھے انہوں نے ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور حق یہ ہے کہ ان کے کلام کی استادانہ شان ہر جگہ نمایاں ہے خواہ وہ غزل ہو، قصیدہ ہو، رباعی ہو مرثیہ ہو یا مثنوی ان کا ضخیم کلیات تقریباً سات ہزار اشعار پر مشتمل ہے جس میں ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی ہو، جویاؔ کے تمام قصیدے جو تعداد میں ۳۲ ہیں حمد ونعت و ائمہ معصومین کی منقبت میں ملتے ہیں مثنویوں میں دو کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ قطعات و رباعیات کی مجموعی تعداد ۱۲۷ ہے جس میں رباعیاں ۱۰۳ قطعات زیادہ تر موضوعاتی اور تاریخ وفات سے متعلق ہیں:

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نعت وقصیدے کے چند اشعار اپنے دعویٰ کے ثبوت پیش کئے جائیں نعت کی مثال ملاحظہ ہو:

Scanned with CamScanner

افتخار دور آدم حبیب ذوالجلال　　سرور دنیا و عقبیٰ شافع روز جزا
آنکہ جبرئیلؑ امینش می کشیدے عاشیہ　　آنکہ بر فرما برش شاہشی چوں مرتضیٰ
رتبہ قریش تماشا کن کہ مقدار دو قوس　　بلکہ ہم نزدیک تر بدُ ماجناب کریا
از عناصر در تن آدم برای خلق او　　گشتہ اند اضد ادبا ہم چار یار باصفا

ذیل کا قصیدہ جویاؔ نے حضرت علیؓ کی تعریف میں لکھا ہے اس میں قصیدے کے تمام لوازمات موجود ہیں اور یہ ان کے استاد فن ہونے کی دلیل ہے ان کا قصیدہ خاقانی کے طرز میں لکھا گیا ہے ان کی شیریں بیانی اور قادر الکلامی کا اندازہ اس قصیدے سے بخوبی ہو سکتا ہے، صفائی بندش، سلاست اور استواری کلام اس کی خصوصیات ہیں خوش آہنگ الفاظ سے موسیقی کا عالم پیدا کر رہا ہے:

نو بہار در دم دامت گل سودائی من　　صد چو مجنوں بندلی گم کردہ صحرائے من
چاک شد دامان صحرا از خراش نالہ ام　　من کجا و درد ہجر او کجا ای وائی من
خشک شد خوں در رگ گل بے بہار جلوہات　　نو بہار من گل من سرو من رعنائی من
ای بہار رنگ و بوچوں گل سراپا گوش شو　　تا دہ گوشت شود ایں مطلع غرائی من
بسکہ شد لبریز مہر مصطفیٰ اعضای من　　ہم چو گلبن غرق گل گردید سرتاپائی من
ای فدائی مرقد پاک تو سرتاپائی من　　یا علی مولائی من، مولائی من سولائی من
مظہر گل فاتح خیبر امیرالمومنین　　بندگی منبرش فخر من و آبائی من

جویاؔ کی شاعری کا حسن دراصل ان کی غزلوں میں نکھرتا ہے جس میں اس دور کی تمام خصوصیات نظر آتی ہیں ان میں کہیں کہیں غنی کا رنگ جھلکتا ہے اور کہیں صائب اور کلیم کا انداز ملتا ہے ڈاکٹر نورالحسن انصاری ان کی غزلوں کے بارے میں لکھتے ہیں :ـ

"جویاؔ کی بہترین شاعری ان کی غزلوں میں ہے گویا اگرچہ کلیم کے شاگرد تھے مگر غزل گوئی میں وہ صائب کے نقش قدم پر چلتے تھے ...... مگر جویا کا اپنا ایک

انفرادی انداز ہے جو صائب اور جویا کے دوسرے پسندیدہ شاعر فطرت موسوی سے الگ ہے جویا کے ہاں ایک جاندار تغزل ہے جس کا بنیادی عنصر حسن کا انتہائی نازک اور جمالیاتی احساس ہے جویا کا تصور حسن بڑا بھرپور اور خالص جسمانی اور جذباتی ہے کشمیری حسینوں کے برف جیسے شفاف وشاداب جسم میں شاعر کی نظر کی جو فتنہ سامانی ہو اس کا منظر دیکھئے:

پائی تا سر مژہ است اندامت   به نگہ می تواں چشید ترا

جویا کی محبوبہ کا جسم پھول سے زیادہ نازک اور اسکی خوشبو سے زیادہ لطیف ہے اس کا لچکیلا گات پھولوں کی ڈالی کی طرح تر د تازہ اور اس کا نازک ملبوس "نکہت گل" کی طرح بہار بدست ہے:

ہمچو شاخ نازک گل از نسیم نو بہار   جوش مستی می کند در ہر طرف مائل ترا

ترسم کہ خراشد تن نازک بدنم را   از نکہت گل جامہ بدہ سیم تنم را

آں کسوت نازک کہ بر اندام گوبار است   چوں نکہت گل دمت در آغوش بہار است

جویا کے یاں وصال محبت کی جو بھرپور اور موثر کیفیت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جویا کا معشوق کوئی فرضی یا روایتی نہیں بلکہ ایک حسین و نفیس قسم کا انسان ہے جسکی ہم آغوشی شاعر کو کیا کچھ نہ لطف دیتی ہوگی:

شب کہ عریاں بہ براں شوخ قدرح نوشم بود
یک بغل نور چو مانوس در آغوشم بود

ز سرو یار کہ در برکشیدہ ام امشب   بغل بغل گل آغوش چیدہ ام امشب

سخن چو شیرہ جان سالہا چکد ز بم   بایں کہ لعل بست را میکدہ ام امشب

جسم و جان کی اس شاعری کے علاوہ جویا کے ہاں حقائق و معرفت کے راز ہائے سربستہ کی گرہ کشائی بھی ہے اور فکری عناصر کی نشاندہی بھی ملتی ہے۔

Scanned with CamScanner

دارد حیات عالمی و جان پدید نیست　　دنیا ز آدمی پر و انسان پدید نیست
گشته آستین هزار سحر　　شب تار مرا تماشا کن

جویاؔ کی اس جاندار شاعری کے بعد ان کی غزلوں کے نمونے بھی ملاحظہ کیجئے:

خود را چو خود جدا بیابی　　شاید که نشان ما بیابی
می ریختی و سبو شکستی　　ای محتسب از خدا بیابی
در کشور فقر باش جمشید　　تا جام جہاں نما بیابی
کی کام تو بے طلب بر آید　　یعنی که بجوئی تا بیابی
جویا یک بار علیؓ گو　　بر خیز که مدعا بیابی
آسودہ دلی که بے قرا است　　آں دیدہ خنک که شعلہ بار است
بر ساحت نہ فلک کند سیر　　ہر کس بر خویشتن سوار است
فریاد کی زور عشقم انداخت　　در دریائے که بے کنار است
گر غنچہ دل شگفتہ باشد　　ہر سوی که بے کنار است
صبر و دل بے قرار عاشق　　پیمانہ و دست رعشہ دار است
پیراہن جسم نازک او　　جویاؔ از نکہت بہار است

جویاؔ نثر نگاری میں بھی درک رکھتے تھے ان کی نثر بڑی پُر تکلف و مرصع ہوتی تھی دیباچہ نگاری ان کا خاص شعف تھا کلیات میں چار کتابوں پر دیباچے موجود ہیں جن میں دو مرقع بر ہیں، ایک کی سفینہ پر اور چوتھا صائب کے دیوان واجب الحفظ اسکے علاوہ خود جویاؔ کے دیوان کا دیباچہ، قلمدان کی تعریف، نوروز کا بیان اور دوستوں کے نام خطوط ہیں:

یوں تو جویاؔ کا ذکر کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ و تذکروں میں جستہ جستہ ضرور ملتا ہے لیکن ۱۹۵۹ء میں ڈاکٹر محمد باقر نے لاہور میں کلیات جویاؔ کی ترتیب سے جویاؔ شناسی

Scanned with CamScanner

جویا نے ہی کے ایک نئے دور کا آغاز کیا ہے۔

پروفیسر عبدالقادر سروری "کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ" میں جویا کے متعلق رقمطراز ہیں ؎ "غنی کے معاصرین میں مرزا داراب جویا، مرزا کامران گویا دونوں بھائی بھی شاعر تھے غنی کے بعد جویا فن شعر میں سر آمد مانے جاتے تھے مرزا صائب کے طرز کا ان پر بہت اثر تھا اور اسی کا تتبع کرتے تھے ایک دیوان انہوں نے یادگار چھوڑا ہے۔ جویا کے دو شعر ذیل میں منقول ہیں:

می تواں یافتن از نالہ قمری کہ مدام   آتشی ہست نہاں در تہہ خاکستر او

دل جویا نخورد زین غزل آرائی آب   منقبت سنج بود خاطر مدحت گر او

مقطع سے ظاہر ہے کہ گویا کو منقبت سے بھی بہت دلچسپی تھی۔

ڈاکٹر مسعودی جویا کے بارے میں یہ رائے رکھتے ہیں: ۶۵

" غنی کے معاصرین میں مرزا داراب جویا اور مرزا کامران گویا دونوں بھائی شاعر تھے غنی کے بعد فن شعر میں مرزا جویا کی خاص اہمیت ہے۔"

جویا کا خیال تھا کہ شاعری حیات جاوداں کا سامان بہم پہنچاتی ہے اور خود ان کی شاعری طوطی خوش نوا کے نغمے کی طرح ساری دنیا کے شاعری پر چھائی ہوئی ہے۔

حواشی و حوالہ جات :-

۱۔ کلیات جویا مرتبہ ڈاکٹر محمد باقر، لاہور ۱۹۵۹ء ص ۹۱۰

۲۔ تاریخ کبیر از محی الدین مسکین ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء

۳۔ صبح گلشن مولفہ سید علی حسن

۴۔ فارسی ادب بعہد اورنگ زیب از ڈاکٹر نور الحسن انصاری، دہلی ۱۹۶۹ء ص ۱۱۷

۵۔ کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ از پروفیسر عبدالقادر سروری، سرینگر ۱۹۶۸ء ص ۲۴۱

۶۔ کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ (۱۸۱۹ء ۱۵۸۲ء) سرینگر ۱۹۹۳ء ص ۲۸

Scanned with CamScanner